Research Journal
Tahqeeqat

eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

ریسرچ جرنل
تحقیقات

قومی تناظر میں اُردو زبان کی اہمیت

The importance of Urdu language in the national context

Dr. Azeemullah Jundran
Assistant Professor, Department of Urdu, Superior University, Faisalabad.
Dr. Muhammad Arshad Ovaisi
Head, Department of Urdu, Lahore Garrison University, Lahore.

ڈاکٹر عظیم اللہ جندران
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو، سپیریئر یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
صدر شعبہ اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

Abstract
This article represents the significance of Urdu language. Urdu holds the significance of being the national language of Pakistan; no other national language in the subcontinent can match its importance. The promotion of national unity is linked to this language, which reflects national culture. Urdu is a product of continuous historical processes and has such vastness that it can encompass all regional languages surrounding it. Urdu is the most spoken language in the subcontinent. Urdu's poetry, dramas, and novels reflect the environment and culture. Prose, poetry, fiction, and drama in Urdu interpret and represent the language. Day by day, work on Urdu is progressing in Pakistan, and it absorbs all other languages within itself.

Keywords: *Language, National, Culture, Unity, Urdu, Sub-Continent.*

پاکستان میں قومی اتحاد کا فروغ قومی زبان کے فروغ سے وابستہ ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر سہیل بخاری (۱۹۹۱ء) رقم طراز ہیں:

”قومی زبان کانفرنس کے بار بار انعقاد کی وجہ بھی یہی ہے کہ لوگوں کو قومی سطح پر ایک زبان اپنانے کے فوائد سے نہ صرف آگاہ کیا جائے بلکہ اسی باہمی محبت اور یگانگت کا عملی تجربہ بھی کرا دیا جائے جو اس کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے۔“(1)

یہ نثرپارہ اس حقیقت کو عیاں کرتا ہے کہ قومی اتحاد کا فروغ قومی زبان سے وابستہ ہے۔ توریت بتاتی ہے کہ جب تک اولادِ نوحؑ ایک زباں بولتی رہی اس میں باہمی اتحاد باقی رہا، اسی اتحاد کی بدولت اس نے شہرِ بابل آباد کرنے کا ارادہ کیا اور اس میں ایک ایسا مینار اٹھانا چاہا جس کی بلندی اس کے اتحاد کی قوت سے مناسبت رکھتی ہے اسی طرح پاکستان کی ترقی کے امکانات بھی ہمارے قومی اتحاد میں مضمر ہیں۔

اردو جنوبی ایشیا خصوصاً برصغیر میں رابطے اور ابلاغ کی سب سے بڑی زبان ہے۔ اس کی ابلاغی سرحدیں بھارت، بنگلہ دیش، نیپال، افغانستان، عرب ممالک، کینیڈا، امریکی ریاستوں اور یورپی ممالک میں بسنے والے باشندوں تک پھیل چکی ہیں۔ مختار زمن کا کہنا ہے:

”ڈاکٹروں، انجینئروں، کاریگروں، خانساموں، مزدوروں، تدریس سے وابستہ افراد، ہنرمندوں اور کاروباری افراد کی کثیر تعداد روزگار کی تلاش میں جنوبی ایشیا کے ممالک مثلاً پاکستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال اور بھارت وغیرہ سے خلیجی، افریقی اور مغربی ممالک میں آباد ہے۔ ملائیشیا، انڈونیشیا، امریکہ، انگلستان، ناروے، ہانگ کانگ، جاپان اور کینیڈا وغیرہ کے بڑے شہروں میں پاکستانی اجنبیت اور بھارتی باشندے اتنی بڑی تعداد میں آباد ہیں کہ وہ غیر ملکی معاشرے، لسانی لحاظ سے اب بظاہر ان کے لیے اجنبی نہیں رہے۔ پاک و ہند کے ان افراد کی مادی زبانیں جدا جدا ہیں اور انھیں باہمی ابلاغ کے کسی مشترک زبان کی ضرورت نہیں چونکہ تارکینِ وطن کی اکثریت اعلیٰ تعلیم یافتہ نہیں ہوتی لہٰذا وہ انگریزی کی بجائے اردو زبان کو رابطے کی زبان کے طور پر اختیار کر لیتے ہیں۔ حتیٰ کہ عرب اور یورپی ممالک کے شہروں کی انتظامیہ کے اہل کاروں کو اردو ثانوی زبان کی حیثیت سے اضافی طور پر سیکھنا پڑتی ہے تاکہ انتظامی و داخلی امور میں وہ جنوبی ایشیائی باشندوں سے

گفتگو کر سکیں۔ موصوف مصنف کے مطابق سعودی عرب میں رہنے والے عربی معلم اور دکانداروں کو نیز بریڈ فورڈ کے معمولی سنتری کو بھی پاک وہند کے باشندوں سے بات چیت کرنے کے لیے اردو سیکھنا پڑتی ہے۔"(۲)

پاکستان میں اردو کو قومی زبان کی حیثیت حاصل ہے۔ اردو اب بین الاقوامی زبان کی حیثیت حاصل کر چکی ہے۔ برصغیر کی کوئی زبان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ برصغیر میں مسلم معاشرے کی تشکیل میں اس کی افادیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر مظفر حسین ملک رقم طراز ہیں:

"برصغیر کی کوئی زبان ہماری زبان کا مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔ ہمارا دینی لٹریچر جو آغاز میں عربی میں تھا، پھر فارسی میں منتقل ہوا، گزشتہ دو تین سال میں یا تو اردو میں لکھا جارہا ہے یا منتقل ہو رہا ہے۔ شاید ہی کوئی اہم کتاب رہ گئی ہو جس کا ترجمہ اردو میں نہ ہوا ہو۔ موضوعات کے لحاظ سے بھی یہ کتاب مالامال ہے۔ شاید ہی کوئی دینی موضوع ہو جس کا ترجمہ نہ ہوا ہو۔ اس میں قرآن، تفسیر، حدیث، اصولِ فقہ، فلسفہ، منطق، کلام، تصوف، تاریخ، سیرت غرض ہر نوع کا اسلامی لٹریچر کثرت اور تنوع سے مل جاتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ برصغیر کی کوئی زبان دینی شعبے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔"(۳)

قومیں اپنی قومی زبان سے پہچانی جاتی ہیں، اور ہر قوم کی تشکیل کے مختلف عوامل ہوتے ہیں۔ کچھ قومیں نسل کی بنیاد پر بنتی ہیں، جیسے آریا، دراوڑ، ترک، اور منگول۔ دیگر قومیں ملک سے پہچانی جاتی ہیں، جیسے روسی، چینی، انگریز، اور فرانسیسی، جن کی زبانیں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں۔ اسی طرح پاکستانی قوم کی زبان بھی دوسری قوموں سے جدا اور منفرد ہونی چاہیے۔ قومی زبان کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ اسے زیادہ سے زیادہ لوگ سمجھ سکیں، اور پاکستان میں یہ حیثیت اردو کو حاصل ہے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اردو ہی وہ زبان ہے جسے اکبر کے دور میں شاہی محل نے اپنایا، شاہ جہاں نے اسے ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلایا، اور 1832ء میں انگریزوں نے فارسی کی جگہ سرکاری زبان قرار دیا۔ جیسا کہ ڈاکٹر سہیل بخاری نے کہا ہے، اردو ہماری قومی شناخت کی آئینہ دار ہے:

"یہی زبان آج اس پورے برصغیر کی لمبائی، چوڑائی میں سب زبانوں سے زیادہ بولی جاتی ہے اور پاکستان کی سب سے بڑی آبادی اسے بولتی اور سمجھتی ہے۔ اس لیے یہی زبان ایسی ہے جسے پاکستان کی قومی زبان بننے کا حق پہنچتا ہے۔"(۴)

پاکستانی قومیت مسلم قومیت ہی کا دوسرا نام ہے۔ اس برصغیر کی مسلم قوم نے اپنے لیے ایک الگ ملک کی مانگ کی تھی۔۔۔۔ اور پاکستان بننے سے بہت پہلے ہندوستانی مسلمان اردو زبان کو قومی زبان کا درجہ دے چکے تھے۔ جن میں سے کچھ کی یہ مادری زبان تھی اور کچھ کی اپنائی ہوئی تھی۔ مسلمان چاہے بنگال کا ہوتا ہے، چاہے سرحدی صوبے کا، کشمیری ہو تا یا مدراسی اپنے دیس میں تو اپنی مادری زبان بولتا تھا یعنی اردو زبان کی قومی حیثیت نظریۂ پاکستان کا ایک حصہ تھی۔ ہر زبان اپنا ایک مخصوص کلچر رکھتی ہے اس لیے ملک میں جتنی بھی زبانیں رائج ہوتی ہیں اتنے ہی ان کے کلچر ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری بیان کرتے ہیں:

"پاکستان میں یہ حق اردو زبان کو حاصل ہے کہ وہ پاکستانی کلچر کی نمائندگی کرنے والی ہے۔"(۵)

قومی زبان قومی کلچر کی امین ہوتی ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کا کلچر دوسری قوموں کے کلچر سے الگ رہا ہے۔ یہ مذہبی طور طریقوں کے سوا، کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور طرح طرح کی ریت رسموں میں بھی آسانی سے پہچانا جاسکتا ہے۔ ۱۹۴۷ء تک یہی ہند اسلامی کلچر کہلاتا تھا اور آج اس کو پاکستانی کلچر کہتے ہیں۔

ڈاکٹر سہیل بخاری کا کہنا ہے:

"جیسا یہ کلچر اردو زبان میں سمویا ہوا ملتا ہے کسی دوسری زبان میں نہیں ملتا ہے اور نہ ہی کوئی زبان اس انداز سے پیش کر سکتی ہے۔ اس نظر سے بھی پاکستان کو قومی زبان کا جو حق اردو زبان کو پہنچتا ہے، وہ کسی علاقائی زبان کو نہیں پہنچتا۔"(۶)

حقیقت یہ ہے کہ اردو بھری پری زبان ہے جو آسانی سے ہر سوچ ظاہر کر سکتی ہے اگر کسی کو کسی سوچ کے لیے لفظ نہیں ملتا تو یہ اردو کی نہیں اس کی اپنی کمی ہے۔ یونیسکو کی رپورٹ کے مطابق اردو دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے۔ اردو میں اصطلاحوں کا وافر ذخیرہ موجود ہے۔ اس ضمن میں دہلی کالج، سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ، انجمن ترقی اردو کا خصوصی کردار رہا ہے۔ قومیں اپنی زبان میں ترقی کرتی ہیں۔ ڈاکٹر سہیل بخاری کے مطابق:

"چینی قوم کی مثال لے لیجیے ان کی عمر پاکستانی قوم کی عمر سے زیادہ نہ ہے۔ ہم انگریزی زبان کے سہارے بائیس سال میں ایک غبارہ بھی نہیں بنا سکے اور چینیوں نے اپنی چینی زبان سے ایٹم بم، ہائیڈروجن بم یہاں تک کہ سیارہ بنا ڈالا۔"(۷)

ضرورت اس امر کی ہے ہم قومی زبان کی ترقی و ترویج میں خاص کردار ادا کریں کیونکہ جب بھی کسی قوم نے ترقی کی ہے تو اس نے قومی زبان کا علم پڑھ کر ہی کی ہے۔ مقتدرہ قومی زبان نے قومی زبان کے نفاذ اور اس کے مسائل کے سلسلہ میں ایک جائزہ لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس سلسلہ میں پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے اصحاب سے خطوط کے ذریعے دریافت کیا گیا تھا کہ وہ اپنے علم اور مشاہدے کی بنا پر بتائیں کہ ملک میں قومی زبان کے نفاذ میں کیا رکاوٹیں ہیں؟ خطوط کے علاوہ نجی ملاقاتوں میں اہلِ علم سے، بہت سے اخبارات سے، اہلِ قلم کے افکار سے اور مضامین سے استفادہ کیا گیا۔ ایک جائزہ مرتب کیا گیا۔ آرا، دینے والے حضرات کی تعداد ۲۰۰۰ کے قریب تھی۔ جائزہ میں جو پوزیشن سامنے آتی ہے بعض تجاویز حکومت پہلے ہی تسلیم کر چکی ہے۔ بعض کا فیصلہ تکمیل مراحل میں ہے۔ اس جائزہ کا خلاصہ ڈاکٹر ابو سلیمان شاہجہانپوری (۱۹۸۸ء) کی زبان سے سنیے:

"(۱) اس جائزہ میں جن حضرات نے اپنے خیالات سے ہمیں استفادہ کا موقع دیا ہے اس میں ۸۶ فی صد کی رائے ہے کہ قومی زبان کے نفاذ و رواج کے راستے میں کوئی رکاوٹ مانع نہیں، اصل رکاوٹ نوکر شاہی کا مزاج ہے۔ وہ اسے پسند نہیں کرتا کہ انگریز پرستی کی اپنی روایت کو چھوڑے اور اردو کو اپنائے، ممکن ہے بعض نوکر شاہ اسے اپنے لیے عزت نفس کا مسئلہ سمجھتے ہوں۔

ان اہلِ علم کے خیال کے مطابق اردو ٹائپ رائٹر کے استعمال سے کار دفتری کی ایک سطح پر آسانی اور تیز رفتاری ضرور پیدا ہو جائے گی لیکن دفتروں میں بھی ایک خاص سطح تک تو تمام کام تحریری ہوتے ہیں اس لیے ان کے نزدیک ٹائپ رائٹر کا عدم رواج قومی زبان کو دفتری زبان بنانے میں رکاوٹ نہیں ہے۔ اسی طرح ان کے نزدیک دفتری اصطلاحات کی کمی یا عدم دستیابی اصل مسئلہ نہیں ہے۔ اول تو ہر جگہ اصطلاح کی ضرورت پیش نہیں آتی اور اگر کسی اصطلاح کا استعمال ناگزیر ہو تو اسے انگریزی میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ان اہلِ علم نے غیر مبہم اور واضح الفاظ میں اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ صدرِ مملکت کو چاہیے کہ ایک آرڈیننس کے مقررہ تاریخ سے تمام سرکاری و غیر سرکاری دفاتر میں قومی زبان میں کام کرنے کا حکم جاری فرما دیں۔ قومی زبان کا نفاذ و رواج ہو جائے گا اور کوئی رکاوٹ نہیں پیش آئے گی۔

(۲)اہلِ علم میں سے ۹۷ فی صد حضرات نے انگلش میڈیم سکولوں کی بندش، حوصلہ شکنی اور قومی زبان کے نصاب میں لائق اساتذہ سے مشوروں کی اہمیت پر زور دیا ہے۔

(۳)بعض کے مطابق "تمام گزیٹڈ اسامیوں کے لیے دفتری اردو کا امتحان لازم قرار دیا جائے۔

(۴)متعدد اہلِ علم کا کہنا ہے ملازمت کے لیے انٹرویو اور مقابلے کا امتحان قومی زبان میں لیا جائے۔

(۵)اہلِ علم کی ایک رائے یہ بھی سامنے آئی ہے۔ تمام جامعات میں ایم۔فل، پی ایچ۔ڈی کے مقالات قومی زبان میں پیش کرنے کی پابندی لگائی جائے۔

(۶)اربابِ فکر و دانش میں ۸۳ فی صد کی رائے ہے کہ اندرونِ ملک شائع ہونے والے اشتہارات، سڑکوں اور گلیوں کے نام، اشتہاری نشان (بورڈ)، ڈائریکٹریاں، ڈائریاں اور ملکی مصنوعات کا تعارفی ادب قومی زبان میں ہو۔

(۷)ملکی اداروں کو آرڈیننس کے ذریعے پابند کیا جائے کہ وہ اپنی مصنوعات کے نام قومی زبان میں لکھیں۔

(۸)۳۰ فی صد زبان و ادب سے شناسائی رکھنے والوں نے سفارش کی ہے۔

i۔ دفتری اصطلاحات کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا جائے۔

ii۔ مختلف علوم وفنون اور سائنسی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کرایا جائے اور وسیع پیمانے پر ان کی اشاعت کا اہتمام ہو۔

iii۔ صرف اور نحو کے دونوں اجزا پر مشتمل تحقیقی کتاب کی اشاعت کا خصوصی اہتمام کیا جائے۔ شرط یہ ہے زبان اردو ہو۔

Iv۔ ۳۰ فی صد علم و ادب سے پیار کرنے والوں نے دفتری اصطلاحات کی تدوین اور علوم وفنون کی کتابوں کی تصنیف و تالیف پر زور دیا ہو۔

V۔ ۲۹ فی صد اہلِ زباں نے ۲ مطالبے کیے ہیں:

(الف)تمام سرکاری حکام اور اعلیٰ شخصیات پر لازم ہے کہ وہ سرکاری اور غیر سرکاری، رسمی اور غیر رسمی تقریبات میں قومی زبان کا ذریعہ اظہار بنائیں۔

(ب)صوبوں اور مرکز کے درمیان رابطے کی زبان "اردو" قرار دی جائے۔

(۹)۱۹ فی صد اصحابِ علم نے یہ دو مطالبات پیش کیے ہیں:

(الف)ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ عدالتوں تک کارروائی اور فیصلے اردو زبان میں کیے جائیں۔

(ب)ٹیلی ویژن پر انگریزی فلموں کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے اور تعلیمی، معلوماتی فلموں کو اردو میں پیش کیا جائے۔

(۱۰)۷ فی صد اصحابِ فکر و نظر کا مطالبہ ہے کہ وہ اردو کے ادبی اداروں، مصنفوں اور شاعروں کی سرپرستی کرے۔

(۱۱)۴ فی صد اصحاب کا کہنا تھا اردو ٹائپ نویسی کے مختلف ادارے کھولے جائیں۔

(۱۲)قومی زبان کے نفاذ کے بارے میں تحریک چلائی جائے اور اس میں پریس کا تعاون حاصل کیا جائے۔"[۸]

اردو زبان میں ہماری ثقافت کے سارے اثرات موجود ہیں بلکہ یہ کہنا زیادہ صحیح ہو گا کہ اردو زبان ہماری ثقافت کا اہم جزو ہے۔ بمطابق ڈاکٹر مظفر حسین ملک: "ہر زبان اپنی ثقافت ساتھ لے کر چلتی ہے۔ ہماری ثقافت میں کئی عناصر ہیں:

ا۔ دینی عناصر جن کی بنیاد قرآن وحدیث کے حوالے سے عربی زبان کی مرہونِ منت ہے۔

۲۔تہذیبی عناصر جن میں عربی کے ساتھ ساتھ ایرانی، ترکی اور افغانی اثرات بھی شامل ہیں۔

۳۔مقامی عناصر جنھیں ہندی عناصر بھی کہا جا سکتا ہے۔ مقامی اثرات اور ضروریات زمانہ کے مرہونِ منت ہیں۔ جوں جوں وقت گزرتا جاتا ہے۔ مقامی اثرات کی نوعیت بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ بدلتی جاتی ہے۔"(۹)

اردو زبان میں ہماری ثقافت کے سب اثرات محفوظ ہیں۔ٹی۔ایس ایلیٹ نے اپنی کتب "تصریحات ثقافت" میں کہا تھا کہ زبان ثقافت کا ۷۰ فی صد ہوتی ہے اور بلاشبہ اس بیان میں صداقت ہے۔ اس کی وضاحت یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ ایک ایرانی کسی طاقت ور کو رستم سے تشبیہ دے گا مگر ایک مغربی ہرقل کا نام لے گا جب کہ دینی اثرات کے پیشِ نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا نام لیا جائے گا۔

ہندی زبان کے زیرِ اثر گنیش، راون، ارجن اور اس قسم کے نام مثال میں دیے جائیں گے۔ زبان نے ہر صورت میں سوچ کا انداز بدلا ہے اور مختلف تاریخی سرمایے کی طرف رجوع کرنے کے لیے مجبور کیا ہے گویا اندازِ فکر ہی کا رُخ دوسری طرف ہو گیا، جس کے نتائج تعمیرِ شخصیت پر بھی پڑنے لازمی ہیں۔

ناول، ڈرامہ، داستان، رزمیہ ہو یا المیہ، فکاہیہ ہو یا مجلسیہ، یہ سب کسی نہ کسی تہذیبی تجربے کی ترجمان ہوتی ہیں۔ یہی حال فلم کا ہے، فلمی صنعت خواہ بھارت میں ہو یا پاکستان میں اردو سے آزاد نہیں ہو سکتی۔ المختصر قومی زبان اور ثقافت علاقائی زبانوں کی ضد نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ڈاکٹر محمد ارشد اویسی لکھتے ہیں:

> "کسی بھی معاشرے کی تشکیل میں زبان اہم کردار ادا کرتی ہے۔ زبان کسی بھی تہذیب کا ایک جمہوری ادارہ ہے۔ اس جمہوری ادارے کے اصول و ضوابط، معاشرے کے خواص و عوام کی باہمی رضامندی اور مشورے سے طے پاتے ہیں۔ زبان کے جمہوری ادارے سے مراد وہ اصول ہیں جن کو کروڑوں افراد نے مل کر ترتیب دیا ہے۔ عملی صورت دی ہے اور یہ اصول زبان کی صورت میں ہمارے معاشرے میں رائج ہیں۔ معاشرے کے افراد کے درمیان زبان ایک پل کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ اس کے ذریعے لوگ اپنی مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں۔ معاشرے کے اندر رہتے ہوئے مخصوص زبان کے مخصوص الفاظ کا استعمال دراصل اس زبان سے محبت کا اظہار ہے۔ اس محبت کا مطلب ہے کہ اپنے بزرگوں اور آباؤ اجداد کا احترام جنھوں نے قوم کے افراد کے ذہنی اظہار اور احساسات اور تجربے کے اظہار کے لیے یہ عظیم الشان نظام وضع کیا۔"(۱۰)

اردو زبان پاکستان کے تمام صوبوں میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اردو زبان ایک مسلسل تاریخی عمل کی پیداوار ہے، اُس کے دامن میں اتنی وسعت ہے کہ وہ تمام علاقائی اور گروہی زبانوں کے تمدن کو اپنی جھولی میں بھر لے۔ معتدبہ ثقافتی سرمایہ وہ اب تک جذب کر چکی ہے۔ یہ پاکستان میں شامل تمام اکائیوں میں سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ اس پر کسی ایک صوبہ کی اجارہ داری نہ ہے۔ اس میں اتنی لچک موجود ہے کہ یہ ضروریات زمانہ کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس میں ملی ثقافتی سرمائے کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ ڈاکٹر مظفر حسین ملک (۱۹۸۸ء) بیان کرتے ہیں:

> "جدوجہد آزادی میں یہ زبان ذریعہ اظہار رہی ہے بلکہ تقسیم ہند کے عوامل میں بھی یہ ایک نمایاں عامل کے طور پر ہراول دستے میں رہی اور مسلمانوں نے جب سے یہ عالم وجود میں آئی، اس کے ساتھ جذباتی لگاؤ کا اظہار کیا۔ جدوجہد آزادی کی ساری داستان اس زبان میں محفوظ ہے۔"(۱۱)

برصغیر پاک وہند کے عوام دین سے گہری محبت رکھتے ہیں اور اپنی تہذیبی و تمدنی اقدار کے اعتبار سے عرب بھائیوں کے نہایت قریب ہیں۔ یہاں اردو زبان کو جو عظمت اور مقام حاصل ہوا، وہ مشاہیر ادب کی انتھک محنت اور علمی خدمات کا ثمر ہے۔ ان اہلِ قلم نے اردو کو نہ صرف ایک مضبوط ادبی زبان بنایا بلکہ اسے تہذیبی و دینی اقدار کی ترجمان بھی بنایا۔ اردو کی ترقی و ترویج میں ان کی کاوشوں نے اسے برصغیر کی مشترکہ ثقافتی اور مذہبی شناخت کا مظہر بنا دیا۔ یوں اردو نے برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں میں ایک خاص مقام پیدا کر لیا۔ اس ضمن میں رشید احمد صدیقی کا کہنا ہے:

" اردو زبان ہمارے شاندار ماضی کی واحد یادگار اور عظمت کی امین ہے۔ اس کی تشکیل و ترویج میں مسلمانوں کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اردو کی بنیاد سے لے کر اس کی ترقی اور ارتقاء کے تمام مراحل میں مسلمانوں کا ذہن، علم، اور تخلیقی صلاحیتیں نمایاں رہیں۔ یہ زبان نہ صرف ان کے فکری اور تہذیبی ورثے کی عکاس ہے بلکہ ان کی ثقافتی شناخت اور اجتماعی شعور کی مظہر بھی ہے۔ یوں اردو، مسلمانوں کے ماضی کی عظمت کا نہ صرف گواہ ہے بلکہ ان کے فکری و تمدنی اثرات کا مستقل اظہار بھی کرتی ہے۔"(١٢)

اسی بات کو صدیقی صاحب جامعیت کے ساتھ کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

" براعظم ایشیا کے مسلمانوں کی سماجی زندگی ایک منفرد نہج اور مخصوص رسوم و رواج کی حامل تھی۔ انہوں نے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کی ترجمانی کے لیے اردو زبان کو عربی و فارسی کے بے شمار الفاظ، اصطلاحات، محاورات، تلمیحات، اور اسالیب بیان سے آراستہ کیا۔ اردو کو شعری اصناف، جیسے غزل، قصیدہ، مثنوی، اور رباعی سے مزین کیا گیا، جبکہ شعری تنقید کے اصول بھی شامل کیے گئے۔ مسلمان علما نے قرآنِ پاک کا اردو ترجمہ کیا، تفاسیر تحریر کیں، اور دینِ اسلام کے مختلف شعبوں، جیسے قرآن و حدیث، فقہ، سیرت، تصوف، اسلامی فلسفہ، اور تاریخ کے علمی خزانے کو اردو میں منتقل کیا۔ اس طرح اردو نہ صرف ان کی فکری اور تہذیبی ترجمان بنی بلکہ علم و ادب اور دینی علوم کی ترسیل کا ایک جامع وسیلہ بھی بن گئی۔"(١٣)

تاریخ گواہ ہے کہ آج براعظم ایشیا میں سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جانے والی زبان اردو ہے۔ اس زبان میں اسلامی ادب کا جو وسیع ذخیرہ موجود ہے، وہ عربی اور فارسی میں بھی اس پیمانے پر دستیاب نہیں۔ اردو نے نہ صرف دینی علوم کو عام کیا بلکہ اسلامی تہذیب و ثقافت کی حفاظت اور ترویج میں بھی کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ اردو کی بین الاقوامی اہمیت کے بارے میں سید سلیمان ندوی کا کہنا ہے:

"ہندوستان کو اگر ایشیا کے دوسرے ملکوں سے تعلقات برقرار رکھنے ہیں تو اس کو اپنی جس زبان کے ذریعے ان سے تعلقات کا رشتہ مضبوط کرنا ہوگا، وہ اردو ہے۔ اس کی ایک سمت میں کابل اور بلوچستان سے لے کر بغداد تک فارسی حکمران ہے اور دوسری طرف سواحلِ عرب و افریقہ سے لے کر جبرالٹر تک عربی پھیلی ہوئی ہے۔ ان تمام بیرونی قوموں کے لیے ہندوستان کی جس زبان کا سیکھنا نہایت آسان ہے، وہ اُردو ہے۔"(١٤)

درج بالا پیراگراف اس امر کا ترجمان ہے کہ اردو زبان کی بین الاقوامی سطح پر کیا اہمیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جنوبی ایشیا خصوصاً برصغیر میں رابطے اور ابلاغ کی سب سے بڑی زبان اُردو ہے۔

اردو زبان کی جامعیت، وسعت اور ابلاغی سرحدوں کے بارے ڈاکٹر عطش درانی کا تجزیہ ملاحظہ ہو:

"اردو زبان کی ابلاغی سرحدیں یورپ، امریکہ اور خلیجی ممالک تک پھیل چکی ہیں۔ اردو زبان میں بنائی گئی پاکستانی فلمیں، گیت اور سٹیج ڈرامے، ٹی وی ڈرامے وغیرہ بھارت، بنگلہ دیش، نیپال، افغانستان، امریکی ریاستوں اور یورپی ممالک میں بسنے والے پاک وہند، بنگلہ دیش، نیپال اور دیگر سارک ممالک کے باشندوں میں یکساں طور پر مقبول ہیں۔"(۱۵)

درج بالا مباحث کے بعد یہ حقیقت منظرِ عام پر آتی ہے کہ اردو زبان و ادب سے مسلمانوں کی ثقافتی زندگی اور معاشرتی اقدار کی تعمیر ہوئی ہے۔ اردو زبان و ادب خیالات و جذباتِ عالیہ کا موثر اظہار ہے۔ اس سے قلب و نظر کو جلا ملتی ہے۔ انسانی زندگی با معنی بنتی ہے۔ اردو زبان و ادب کے خیالات و تصورات جہاں ہمیں ادراک کی منتہیات کا راستہ دکھاتے ہیں وہاں روحانی تسکین کا باعث بھی ہوتے ہیں۔ ان سے ہمارے ایام بھی روشن ہوتے ہیں اور ہمارے لمحات بامراد بھی۔

سفارشات

۱۔ جنوبی ایشیا اور برصغیر میں رابطہ کی خاطر زبان اُردو کو فروغ دیا جائے اور اسی کو وسیلۂ اظہار بنایا جائے۔

۲۔ پاکستانی ثقافت کو اردو زبان میں فروغ دیا جائے۔

۳۔ صدرِ مملکت ایک آرڈیننس کے ذریعے سرکاری و غیر سرکاری دفاتر میں اردو کے نفاذ و رواج کو پروان چڑھانے کے احکامات صادر فرمائیں۔

۴۔ ملکی مصنوعات کے نام اردو زبان میں لکھے جائیں۔

۵۔ مختلف علوم و فنون اور سائنسی علوم کا ترجمہ انگریزی زبان سے اردو میں کرایا جائے۔

۶۔ اردو صرف و نحو کے بارے معیاری کتب کو کثیر تعداد میں شائع کیا جائے۔

۷۔ تمام سرکاری حکام اور اعلیٰ شخصیات اپنی تمام تقاریب میں قومی زبان کو ذریعۂ اظہار بنائیں۔

۸۔ اُردو زبان کے رسم الخط اور املا پر تمام تعلیمی اداروں میں ترویج پر خصوصی زور دیا جائے۔

۹۔ ذرائع ابلاغ سرکاری و غیر سرکاری کو اردو زبان میں نشریات پیش کرنے کے لیے متعلقہ اتھارٹیز پابند کریں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات، حصہ سوم، ۱۹۹۱ء، ص:۴۵۳

۲۔ مختار زمن، قومی زبان کی پالیسی بارے چند خیالات، مترجم، سید فیضی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۵ء، ص:۱۳

۳۔ مظفر حسین ملک، ڈاکٹر، پاکستان میں اردو زبان کی حیثیت، مشمولہ: اخبارِ اردو، منتخبات، طبع اول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص:۱۹۱

۴۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، لسانی مقالات، حصہ سوم، ۱۹۹۱ء، ص:۴۴۳

۵۔ ایضاً، ص:۴۴۳

۶۔ ایضاً، ص:۴۴۵

۷۔ ایضاً، ص:۴۷۷

۸۔ ابو سلمان شاہ جہان پوری، ڈاکٹر، اردو اصطلاحات سازی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص:۶۵

۹۔ مظفر حسین ملک، ڈاکٹر، مضمون: ہماری ثقافت اور اُردو زبان، مشمولہ: اخبارِ اردو، منتخبات، طبع اول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص:۲۴۱۔۲۴۳

۱۰۔ محمد ارشد اویسی،ڈاکٹر، معاشرے کی تشکیل میں تہذیب کا کردار، مشمولہ: نورِ تحقیق، سہ ماہی، شمارہ ۲، لاہور: گیریژن یونیورسٹی، اپریل تا جون، ۲۰۱۷ء، ص:۱۵

۱۱۔ مظفر حسین ملک، ڈاکٹر، اردو زبان سیاسی اتحاد کی علامت، مشمولہ: اخبارِ اردو، منتخبات، طبع اول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص:۱۴۱

۱۲۔ صدیقی، رشید احمد، کراچی: مکتبہ دانیال، س ن، ص:۵۲

۱۳۔ ایضاً، ص:۵۳

۱۴۔ سلمان ندوی، سید، نقوش سلیمانی، کراچی: کلیم پریس، ۱۹۵۱ء، ص:۶۶

۱۵۔ عطش درانی، ڈاکٹر، جدید تقاضے، نئی جہتیں، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۶ء، ص:۶۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havashi-o-Havalajat

1. Suhail Bukhāri, Dr., *Lisānī Maqālāt*, Ḥiṣṣa Suwwam, 1991, p. 453
2. Mukhtār Zaman, *Qawmī Zabān kī Pālīsī bāre Chand Khayālāt*, Mutarjim, Syed Fayzī, Islāmābād: Muqtadira Qawmī Zabān, 1985, p. 13
3. Muẓaffar Ḥusayn Malik, Dr., *Pākistān meṅ Urdū Zabān kī Ḥayṣīyat*, Mashmūla: *Akhbār-e-Urdū*, Muntakhabāt, Ṭab‘ Awwal, Islāmābād: Muqtadira Qawmī Zabān, 1988, p. 191
4. Suhail Bukhāri, Dr., *Lisānī Maqālāt*, Ḥiṣṣa Suwwam, 1991, p. 443
5. Aiyzaṅ, p. 443
6. Aiyzaṅ, p. 445
7. Aiyzaṅ, p. 477
8. Abū Sulaymān Shāhjahānpūrī, Dr., *Urdū Iṣṭilāḥāt Sāzī*, Islāmābād: Muqtadira Qawmī Zabān, 1988, p. 65
9. Muẓaffar Ḥusayn Malik, Dr., *Mazmūn: Hamārī Saqāfat aur Urdū Zabān*, Mashmūla: *Akhbār-e-Urdū*, Muntakhabāt, Ṭab‘ Awwal, Islāmābād: Muqtadira Qawmī Zabān, 1988, pp. 241-243
10. Muḥammad Arshad Owaisī, Dr., *Mu‘āshre kī Tashkīl meṅ Tehzīb kā Kirdār*, Mashmūla: *Nūr-e-Taḥqīq*, Sah Māhī, Shumara 2, Lāhaur: Garrīzan Yūnīvarsiṭī, April to June, 2017, p. 15
11. Muẓaffar Ḥusayn Malik, Dr., *Urdū Zabān Sīāsī Ittiḥād kī ‘Alāmat*, Mashmūla: *Akhbār-e-Urdū*, Muntakhabāt, Ṭab‘ Awwal, Islāmābād: Muqtadira Qawmī Zabān, 1988, p. 141
12. Ṣiddīqī, Rashīd Aḥmad, Karāchī: Maktaba Dāniyāl, S.N., p. 52
13. Aiyzaṅ, p. 53
14. Salmān Nadwī, Syed, *Nuqūsh Sulaymānī*, Karāchī: Kalīm Press, 1951, p. 66
15. ‘Aṭash Durrānī, Dr., *Jadīd Taqāzay, Nayī Jahateṅ*, Islāmābād: Muqtadira Qawmī Zabān, 2006, p. 65